ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

استدلال بالحدیث کا منہج اور شافعی مکتب فقہ

Methodology of Deriving Rulings from Hadith & the Perspective of the Shafi'i School of Jurisprudence

Dr. Muhammad Abdullah Umar*
Mudarris Dars-e-Nizami, Jamia Khair-ul-Madaris, Multan.
Email: qmabdullah5@gmail.com

Prof. Dr. Saeed Ur Rehman
Chairman Department of Islamic Studies, University of Southern Punjab, Multan.

Abstract:
This study examines the methodology of deriving legal rulings from hadith and the distinctive approach of the Shafi‘i school of jurisprudence in this regard. The process of istidlāl (deduction) from hadith has always involved a careful balance between textual interpretation and contextual understanding. From the earliest generations of Muslims, including the Companions, scholars differed in their methods of inference due to variations in comprehension, linguistic analysis, and recognition of underlying causes (‘ilal) within the prophetic traditions. These differences gradually developed into diverse jurisprudential methodologies among later scholars, particularly within the four established Sunni schools of thought. The present article focuses on the principles and usūl adopted by Imām al-Shāfi‘ī and his followers in deriving rulings from hadith, highlighting their emphasis on authenticity, textual precision, and consistency with the Qur’ān and Sunnah. The study aims to clarify how the Shafi‘i methodology contributes to a balanced and systematic framework for legal reasoning in Islamic jurisprudence.

Keywords: Shafi‘i Jurisprudence, Hadith Methodology, Islamic Legal Reasoning, Usūl al-Fiqh, Imām al-Shāfi‘i

تعارف:

قرآن کریم نے سنت نبویہ کو شریعتِ اسلامیہ کا ایک بنیادی مصدرِ قرار دیا ہے، چنانچہ امت مسلمہ میں ابتدا ہی سے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی ایک مستقل شرعی حیثت رہی ہے کہ سنت رسول ﷺ کے بغیر قرآنی احکام وتعلیمات کی درست تفہیم نہیں ہوتی۔ دین اسلام میں اتباعِ سنت کی حیثیت کسی فروعی مسئلہ کی سی نہیں بلکہ بنیادی تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا ہے۔

اتباع سنت کا دائرہ ایک مسلمان کی تمام زندگی پر محیط ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہر دور میں مسائل کے حل کے لیے قران اور حدیث کی طرف رجوع کیا جاتا رہا ہے، ہر دور کے اہل علم عملی زندگی میں رہنمائی کے حصول کے لئے قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ سے بھی استدلال کرتے رہے ہیں۔ گو حدیث سے استدلال کے مناہج کے حوالے سے اہل علم ایک دوسرے سے مختلف الرائے رہے ہیں لیکن حدیث کی بنیادی اہمیت اور اس سے استنباط کے بنیادی مسئلے پر امت مسلمہ میں اجماع رہا ہے۔

* Email of corresponding author: qmabdullah5@gmail.com

عہد نبوت اور عہد صحابہؓ میں فقہی مسلک کا وجود موجودہ معروف معنوں میں نہیں تھا، لیکن ان رجحانات کی بنیاد عہد نبوت میں موجود تھی اور عہد صحابہؓ میں وہ بہت نمایاں ہو گئے تھے۔ عہد صحابہؓ کے آخر اور عہد تابعین یعنی اوّل صدی ہجری کے نصف آخر میں ان رجحانات نے مسالک کی شکل اختیار کی جو عہد تبع تابعین یعنی دوسری صدی ہجری کے اوّل سے لے کر تیسری صدی ہجری کے نصف اوّل میں مزید منضبط ہوئے اور علیحدہ اصول وضوابط کی بنیاد پر ان کی عمارت قائم ہوئی۔ فقہی مسالک و مکاتب دراصل نصوص شریعت سے احکام کے استنباط میں اختیار کے گئے مختلف رجحانات کا نام ہے۔ جو حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سے مشہور ہوئے۔ زیر نظر آرٹیکل میں استدلال بالحدیث کے شافعی منہج واصول کو خاص طور پر زیر بحث لایا گیا۔

تعارف امام شافعیؒ:

امام محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان الشافعیؒ نسباً قریشی ہیں۔ وہ عبد مناف کے بیٹے مطلب کی اولاد میں سے تھے، جو رسول اللہ ﷺ کی چوتھی اور امام شافعیؒ کی نویں پشت میں تھے۔[1]

آپؒ کی پیدائش 150ھ میں عسقلان کے صوبے یعنی موجودہ فلسطین کے شہر غزہ میں ہوئی۔ یہ آپ کا آبائی وطن نہ تھا بلکہ آپؒ کے والد صاحب کسی ضرورت کے لئے آئے تھے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ دو سال کی عمر میں مکہ میں آپؒ کی والدہ لے کر آ گئیں۔ چنانچہ یتیمی میں پرورش پائی اور قبیلہ ہذیل میں رہ کر زبان کی فصاحت سیکھی۔[2] حفظ کی تکمیل کے بعد حرم کے شیخ و مفتی مسلم بن خالد الزنجی (م180ھ) سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، حتی کہ 15 سال کی عمر میں ہی انہوں نے امام شافعی کو افتاء کا اہل قرار دے دیا۔[3] بعد ازاں اپنے استاد کا سفارشی خط لے کر مدینہ امام مالکؒ (م۱۷۹ھ) کے پاس تشریف لائے۔ ان کے پاس آنے سے قبل ہی امام شافعی بیں دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالک زبانی یاد کر لی تھی چنانچہ جب انہوں نے امام مالک کے سامنے المؤطا کی قرات کی تو امام مالک اس سے بہت متاثر ہوئے۔ مدینہ میں رہ کر انہوں نے امام مالک سے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔[4]

امام شافعیؒ کی مالی حالت اچھی نہ تھی، اس لئے انہیں کسی ذریعہ معاش کی تلاش تھی۔ چنانچہ مصعب بن عبد اللہ القرشی قاضی یمن کی مدد سے نجران میں انہیں گورنری مل گئی چنانچہ دیانت وامانت سے اپنے فرائض انجام دے، وہ ایک عرصہ تک اس عہدے پر متمکن رہے، یہ زمانہ ہارون الرشید کا تھا، اس کے بعد وہ 184ھ میں بغداد آئے۔[5] اور یہاں امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کی خدمت میں رہ کر عراقی و حنفی فقہ سے آگہی حاصل کی، امام محمدؒ سے علمی مذاکرے اور مناظرے بھی ہوئے اور فقہ حنفی کی کتب کا مطالعہ بھی کیا۔ اس کے بعد عراق سے مکہ مکرمہ آ گئے اور نو سال تک یہیں رہے۔ اس موقع پر آپؒ نے حرم مکی میں دروس بھی دیے۔ حج کے موقع پر عالم اسلام کے کونے کونے سے اہل علم و شیوخ مکہ آتے تو امام شافعیؒ کی ان سے ملاقات رہتی اور باہم حدیث کی روایت کرتے۔ اس طرح حدیث و فقہ کی نشر واشاعت کا سلسلہ جاری رہا۔[6] پھر 195ھ میں دوبارہ بغداد آئے اور یہاں معروف زمانہ اصول فقہ کی اساسی کتاب "الرسالہ" لکھی. پھر 199 ھ میں مصر تشریف لے گئے اور اس کتاب پر نظر ثانی کی، یہاں دو ہزار صفحات پر مشتمل "کتاب الام" بھی لکھی، ان کے علاوہ کئی اور کتب بھی لکھیں جن میں "اختلاف الحدیث" بھی شامل ہیں. اور وہ 54 سال کی عمر میں مصر کے قیام کے دوران رجب 204ھ میں بواسیر کے مرض میں اضافے کے سبب وفات پا گئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔[7]

امام شافعیؒ کا علمی مقام:

حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے راوی ہیں کہ:

''اللهم اهد قريشا فأن عالمها يملاء طباق الأرض علماً''۔[8] (ترجمہ) اللہ تعالیٰ قریش کو ہدایت پر رکھے کہ ان کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا۔ ابو نعیم عبد الملک بن محمد اسفرائنی (م ۴۳۰ھ/) نے اس بشارت کا مصداق امام شافعیؒ کو قرار دیا ہے۔[9]

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) نے آپؒ کو دوسری صدی ہجری کا مجدد قرار دیا۔[10] ان کا قول ہے کہ اگر ہم امام شافعیؒ کے پاس نہ بیٹھتے تو دین کے مکمل و مفصل احکام اور حدیث کے ناسخ و منسوخ کو نہ پہچان پاتے۔[11]

علامہ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو علم کا پہاڑ اور حبر الأمۃ قرار دیا۔[12] علامہ حمیدیؒ (م ۲۱۹ھ) نے آپؒ کو سید الفقہاء۔ اور ابو حاتمؒ (م ۲۷۷ھ) نے سراپا فقیہ اور صدوق کہا ہے۔[13] ان کے علاوہ یحییٰ بن سعید قطان (۱۸۹ھ)، امام قتیبہؒ (م ۲۴۰ھ)، ابو ثور (م ۲۴۰ھ)، ابو داؤد (م ۲۷۵ھ)، ابو زرعہؒ (م ۲۶۴ھ)، ابو عبید (م ۲۲۴ھ)، یحییٰ بن اکثمؒ (م ۲۴۲ھ)، علی المدینیؒ (م ۲۳۲ھ)، یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ) اور نواب صدیق حسن خان قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) جیسی مستند اور بھاری بھر کم علمی شخصیات نے امام شافعیؒ کو محدث، امام، فقیہ، عاقل، متقی، ذی معرفت، صاحب سنت واثر، اپنے عہد کے افضل اور حجۃ الائمہ اور مقدم الائمہ جیسے القابات سے نوازا ہے۔[14]

امام شافعی کے شاگرد علامہ ابو علی حسن بن محمد زعفرانیؒ (م 260ھ) لکھتے ہیں کہ اصحاب الحدیث محو خواب تھے کہ امام شافعیؒ نے آکر انہیں جگایا[15] (یعنی معانی اور فقہ کی طرف متوجہ کیا) اور ایک اور شاگرد ربیع بن سلیمان المرادی (م ۲۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ اصحاب الحدیث، حدیث کی تفسیر اور شرح سے بے توجہ تھے یہاں تک کہ امام شافعیؒ نے حدیث کے معنی سمجھائے۔[16] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اصحاب الروایہ کا زیادہ شغف الفاظ حدیث اور نقل روایت تھا۔ امام شافعیؒ نے انہیں حدیث پر غور وفکر کی دعوت دی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فقہاء کو اصحاب الروایہ پر فوقیت دی ہے۔ آپ ﷺ نے بعض اصحاب الروایہ کو حامل فقہ قرار دے کر مامور فرمایا کہ وہ جو کچھ آپ سے سنیں اسے دوسروں تک پہنچادیں، ہو سکتا ہے کہ وہ کسی فقیہ کے پاس پہنچ جائے اور وہ مقصد حدیث پالے اور درست مراد کو پہنچ جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ امام شافعیؒ نے بھی روایت کئے ہیں:

''رب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه''۔[17]

(ترجمہ) کئی علم کے اٹھانے والے اس کا گہرا ادراک رکھنے والے نہیں اور کئی علم رکھنے والے ان تک بات پہنچانے والے ہیں جو ان سے زیادہ گہرا ادراک رکھنے والے ہیں۔

شافعی مکتب فقہ اور اس کے رجحانات:

امام شافعیؒ ایک جانب امام مالک کے شاگرد ہیں جن سے انہوں نے حجازی مکتب فکر کا علم حاصل کیا۔ دوسری طرف انہیں امام محمد بن حسن شیبانی (م ۱۸۹ھ) سے بھی علمی مذاکرہ کا موقع ملا جن سے انہوں نے عراقی منہج فقہ سیکھا۔[18] ان دونوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس عہد کے دیگر اجتہادی رجحانات و مذاہب کے ائمہ سے بھی بلاواسطہ کسب فیض کیا۔ چنانچہ شام میں امام ابو عمر عبد الرحمن اوزاعی (م ۱۵۷ھ) کے شاگرد عمرو بن ابی سلمہ (م 214ھ) سے[19] جبکہ مصر میں امام لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ) کے تلمیذ یحییٰ بن حسانؒ (208ھ) سے آپؒ نے استفادہ کیا۔[20] علامہ خضریؒ کہتے ہیں کہ اس طرح شافعی مکتب فقہ میں تمام رائج فقہی مذاہب ورجحانات کے مناہج سمٹ کر آگئے۔[21]

امام شافعیؒ کی ذات چونکہ حجازیوں اور عراقیوں کی روایات کا مجموعہ تھی۔ اسی لئے وہ مناظرانہ اور خوبی تحریر میں یکتا تھے، ان کی تحریر اس زمانے کے بلیغ ترین انشاپردازوں مثلاً جاحظؒ وغیرہ سے کم درجہ نہیں رکھتی تھی۔[22]

جس طرح فقہ حنفی پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کی آراء کا گہرا اثر ہے اور فقہ مالکی میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آراء و فتاویٰ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح فقہ شافعی پر زیادہ اثرات حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آراء کا ہے۔[23]

ابوزہرہؒ رقمطراز ہیں کہ ۱۹۵ھ میں ہارون الرشید کی وفات کے بعد امام شافعی جب دوبارہ عراق آئے تو اس وقت آپؒ کا منہج استدلال بالحدیث شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اور اس دوران علماء عراق کی ایک جماعت نے ان کی شاگردی اختیار کی اور ان سے کسب علم کیا۔ اس موقعہ پر انہوں نے ان کو جو کتابیں املاء کروائیں وہ ان کے عراقی رجحان کی نمائندگی کرتی ہیں اور اس کو شافعی فقہ میں مذہب قدیم بھی کہا جاتا ہے۔[24]

اس دو سالہ قیام کے دوران۔ بغداد میں بہت سے علماء نے ان کے اس منہج فقہ کو اختیار کر لیا۔ اس کے بعد پھر حجاز چلے گئے، بعد ازاں ۱۹۸ھ میں تیسری بار عراق آئے تو چند ماہ قیام کے بعد مصر تشریف لے گئے۔ اس وقت مصر میں امام مالکؒ کے فقہی مذہب کا چرچا تھا۔ اور امام مالک کے تلامذہ میں سے عبداللہ بن عبدالحکیم اور اشہب اس کے نمائندہ تھے۔[25] مصر میں قیام کے دوران امام شافعیؒ کی قابلیت اور ان کی کلام قدرت کا اظہار ہوا اور انہوں نے اپنی آراء و مسائل پر نظر ثانی کی اور کئی مسائل میں سابق آراء کی جگہ متبادل آراء اختیار کیں جو ان مذہب جدید کہلایا چنانچہ اپنے تلامذہ کو اپنی جدید کتب املاء کروائیں۔ یہی ان کا مذہب جدید کہلاتا ہے اور اس طرح استدلال بالحدیث کے اپنے منہج فکر کو عام کیا۔[26]

شافعی مکتب فقہ کی بنیادی کتب:

شافعی مکتب فقہ کے تعارف کے لئے امام موصوف کی اپنی تین کتب اساسی حیثیت رکھتی ہیں:

(۱) فقہی احکام و آراء پر امام شافعی کی عمدہ تصنیف ''الام'' ہے جسے پہلے آپؒ نے بغداد میں لکھا، جو فقہ قدیم پر مشتمل ہے۔ پھر مصر آنے کے بعد اس میں ترمیم و تبدیلی کی اور مکمل کیا۔ اس میں فقہ جدید کی تفاصیل آگئیں۔[27]

(۲) دوسری مشہور کتاب ''الرسالہ'' ہے۔ یہ اصول و طریق استدلال کے موضوع پر ہے اور موجود اسلامی اصول فقہ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔

(۳) امام شافعی کی تیسری کتاب "اختلاف الحدیث" کے عنوان سے اپنی پہچان رکھتی ہے جس میں انہوں نے اسلام میں سنت نبوی کے مقام کو اسلامی قانون سازی کے ایک اہم ترین ماخذ کے طور پر ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں احادیث میں تعارض کے حل کے لیے اپنے بنیادی نقطہ نظر کی وضاحت کی۔ خبر واحد کی حجیت پر استدلال کو مختلف مثالوں سے واضح کیا ہے۔

علاوہ ازیں مکتب فقہ شافعی کی اہم اور بنیادی کتب میں امام شافعیؒ کے شاگرد امام ابو یعقوب یوسف بن یحیی بویطیؒ (م231ھ) کی 'مختصر' اور امام ابو ابراہیم اسماعیل بن یحیی مزنی (م264ھ) کی کتاب بھی ہیں۔[28]

شافعی مکتب فقہ کے منہج استدلال کا امتیاز:

امام شافعیؒ کو یہ جامعی حیثیت حاصل ہے کہ سرزمین حجاز میں قیام کی وجہ سے انہوں نے احادیث و روایات کا بڑا ذخیرہ حاصل کیا۔ مدینہ منورہ جا کر امام مالکؒ سے احادیث کی سماعت کی۔ پھر عراق کے شہروں کے سفر کے دوران وہاں کی روایات بھی جمع کر لیں حتی

کہ اپنے وقت کے عظیم محدث بن گئے۔ تفقہ و اجتہاد کے میدان میں بھی آپؒ نے مکہ میں خالد بن مسلم زنجی کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فقہی منہج اور فتاویٰ سیکھے اور مدینہ آئے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے رجحان کی تعلیم جلیل القدر امام مذہب امام مالک (م ۱۷۹ھ) سے حاصل کی۔[29] پھر عراق آئے تو فقہ حنفی کے ممتاز شخصیت اور حنفی مذہب کی کتب کے اولین مصنف امام محمد بن حسن الشیبانی سے بقول خود ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا۔ نیز امام اوزاعیؒ کی فقہ اور لیث بن سعد کی فقہی مناھج سے بھی آگہی پائی۔[30] اس علمی جامعیت کے ساتھ اللہ نے آپؒ کو زبردست قوت اخذ و فہم اور بہترین طرز استدلال کی صلاحیت سے نوازا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے ہر مکتب فقہ کی خوبیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا اور جہاں جہاں آپؒ نے کسی منہج کو درست نہیں محسوس کیا، اس سے اختلاف کیا۔[31]

ابوزہرہؒ کہتے ہیں کہ شافعی مکتب فقہ کو یہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے کہ امام شافعیؒ نے خود ہی اس مذہب کے احکام و آراء کا بڑا حصہ مدون کیا۔ اسی طرح شافعیؒ مکتب فقہ کے اصول و قواعد اور مناہج کو بھی آپؒ نے خود ہی کتابی شکل میں محفوظ کیا اور اپنی بہترین قوت استدلال سے اپنے منہج و طریقہ کی قوت ثابت کی۔[32]

شافعی مکتب فقہ کی یہ خصوصیت ہے کہ امام شافعی نے مختلف اسفار کے ذریعے اپنے اس مکتب فقہ کی اشاعت فرمائی، اپنی آراء اور منہج کو عام کیا اور اپنے متبعین کا حلقہ بنایا۔ فقہ شافعیؒ کی اس جامعیت کی وجہ سے وقت کے بڑے بڑے اہل علم اور مجتہدین آپؒ کے حلقہ درس اور متبعین میں شامل ہوئے۔ نمایاں آئمہ محدثین اور کتب حدیث کے مصنفین کا رجحان اسی مکتب فقہ کی جانب ہے اور تاریخ اسلام کی اہم شخصیات اس مکتب فقہ سے وابستہ رہی ہیں۔[33]

شافعی مکتب فقہ کے اصول استدلال بالحدیث:

امام شافعی کو استدلال بالحدیث کے منہج کی بناپر محدثین میں نہایت حسن قبول حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ اہل بغداد ان کو "ناصر السنۃ" کہتے تھے۔[34]

استدلال بالحدیث کے حوالہ سے شافعیؒ مکتب فقہ کی اساس و بنیاد درج ذیل اصول کی صورت میں سامنے آتی ہے:

(1) استدلال واستنباط میں ظواہر قرآن سے استدلال کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(2) اگر کسی دلیل سے یہ ثابت ہوجائے کہ ظاہر قرآن مراد نہیں ہے تو حدیث سے استناد کیا جاتا ہے۔[35]

(3) خبر واحد کا سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ تک بسند متصل ثابت ہونے اور راوی کے ثقہ ہونے کی صورت میں اس کی روایت کردہ حدیث کو ہر صورت میں ترجیح ہوگی۔ چنانچہ امام شافعی، امام مالکؒ کی طرح تائید حدیث کے لیے عمل اہل مدینہ کی اور اہل عراق کی طرح شہرت حدیث کی شرط کے قائل نہیں۔[36]

(4) شافعی مکتب فقہ کی بنیاد اس پر ہے کہ صحیح احادیث کو لیا جائے اور ضعیف کو ترک کردیا جائے۔[37]

(5) شافعی مکتب فقہ، دیگر تینوں سنی مکاتب فقہ کے برعکس حدیث مرسل (وہ حدیث جس میں تابعی نے براہ راست صحابی کا ذکر نہ کیا ہو) کو بطور دلیل قبول نہیں کرتا، اِلّا یہ کہ اس کی کسی دوسری سند یا قرائن سے تائید ہو۔[38]

(6) شافعی مکتب فقہ خبر واحد کو مقامی روایات یا عرف پر ترجیح دیتا ہے، خواہ وہ عمل اہل مدینہ ہی کیوں نہ ہو، جبکہ مالکی مکتب فقہ میں اس کے برعکس عمل اہل المدینہ کو ترجیح دی جاتی ہے۔[39]

(7) شافعی مکتب فقہ میں اجماع کو صرف صحابہ کرام کے اجماع تک محدود سمجھتا ہے، جبکہ دیگر مکاتب فقہ میں بعد کے ادوار کی اجماع کو بھی شرعی حیثیت دی جاتی ہے۔[40]

(8) خبر واحد کی حجیت پر امام شافعی نے جن متعدد احادیث کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے بھی استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک کر کے اپنے عاملین کو مختلف مقامات پر ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے بھیجا تھا تاکہ وہ لوگوں کو دین، اس کے احکام، اس کے فرائض و ممنوعات، اس کی حدود اور اس کی سنتوں کی تعلیم دیں، اور آپ نے انہی کو بھیجا، جو اُن لوگوں کے ہاں اپنی سچائی کے لیے مشہور تھے۔[41]

(9) امام شافعی بعض مقامات پر ضعیف احادیث سے اس وقت استشہاد کرتے ہیں جب ان کے ہاں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔ جیسا کہ انہوں نے نماز فجر کے اسفار اور تغلیس (روشنی اور اندھیرے) میں ادائیگی کے باب میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وقت کا پہلا حصہ (یعنی نماز فجر کو اندھیرے میں ادا کرنا) خدا کی خوشنودی ہے۔"[42]

(10) امام شافعی نے "اختلاف الحدیث" کے عنوان کے تحت حتی الامکان دو بظاہر متضاد احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی، چنانچہ کہتے ہیں: جب بھی دو احادیث میں یہ گنجائش ہو کہ ان پر ایک ساتھ عمل کیا جاسکتا ہے تو ان پر ایک ساتھ ہی عمل کرنا چاہیے اور ان میں سے کسی حدیث کو بھی دوسری کی وجہ سے معطل نہ کیا جائے کیونکہ احادیث کے درمیان اختلاف کو حل کرنے کی کئی صورتیں ہیں جن کے ذریعہ ان میں کسی تضاد کا تصور باقی نہیں رہتا، مثلاً احادیث کے ورود یعنی سیاق و سباق کا فرق معلوم ہو جائے، حدیث کے عمومی اور خصوصی مقصد میں فرق کو پیش نظر رکھا جائے، جائز چیزوں میں درجہ بندی، امر و نہی کے دائرہ کار میں فرق، اور راویوں کے حدیث کے بیان میں الفاظ کے اختلاف کو مد نظر رکھا جائے وغیرہ۔[43]

(11) اگر دونوں احادیث اپنی جگہ اپنے مفہوم میں مستحکم ہوں اور ان میں جمع و تطبیق کی کوئی صورت موجود نہ ہو تو ان میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ تصور کیا جائے گا۔[44]

(12) اگر ان احادیث میں ایک کے ذریعہ دوسری کو منسوخ تصور کرنے کی کوئی دلیل موجود نہ ہو تو پھر ان میں ترجیح کی راہ تلاش کی جائے گی جیسے ایسی حدیثوں میں سے کوئی ایک مفہوم میں دوسری کی نسبت کتاب اللہ کی آیات سے زیادہ مشابہت یا رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو، یا اس کی قیاس سے زیادہ مشابہت ہو، تو ایسی صورت میں مرجوح کے مقابلے پر راجح پر عمل کرنا واجب ہو گا۔[45]

(13) امام شافعی نے ایک حدیث کی سند کے دوسری کی نسبت زیادہ قوی ہونے کو بھی وجہ ترجیح کے طور پر بیان کیا ہے۔ قوی ہونے کی وجوہات میں راویوں کی کثیر تعداد کا ہونا، راوی کا علمی گہرائی اور حافظہ کا حامل ہونا، اکابر صحابہ کا روایت کرنا وغیرہ شامل ہیں۔[46]

(14) جب کسی حدیث کے متن کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس میں ایسی وجہ مل جاتی ہے جو اسے اس کے معارض روایت پر ترجیح دیتی ہے، مثلاً لفظ کے لحاظ سے زیادہ مکمل اور لغت کے حوالے سے زیادہ واضح ہونے کی بنا پر (جیسے حدیث شفعہ)[47] یا اس کے الفاظ میں سب سے زیادہ تفصیل ہونے کو دیکھا جاتا ہے (جیسے تکبیر تحریمہ، رکوع کرتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کی حدیث کو اس حدیث پر ترجیح دینا جس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین ثابت نہیں ہے)[48]

(15) جب کوئی منصوص دلیل موجود نہ ہو تو امام شافعی قیاس پر عمل کرتے ہیں بشرطیکہ کوئی معین اصل موجود ہو۔[49]

خلاصہ بحث:

امام شافعیؒ کے منہج استدلال بالحدیث کے جائزے سے درج ذیل چند اہم نکات واضح ہوتے ہیں:

1. شافعی مکتب فقہ ضعیف یا مرسل حدیث کو قبول نہیں کرتا۔
2. اگر دو احادیث متعارض ہوں تو جمع و تطبیق، نسخ اور ترجیح کے اصولوں کو بالترتیب عمل میں لایا جاتا ہے۔
3. شافعی مکتب فقہ میں حدیث کے مقابلے پر عرب کی رسومات کو حدیث کے مقابلے میں ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔۔
4. شافعی مکتب میں حدیث کی موجودگی میں قیاس کو ترجیح نہیں دی جاتی۔
5. شوافع قیاس کا استعمال صرف اسی صورت میں کرتے ہیں جب قرآن و حدیث میں واضح حکم موجود نہ ہو۔

الغرض امام شافعیؒ کے مکتب فقہ میں حدیث پر گہرے اعتماد اور اسے فقہی استنباط کی بنیاد بنانے کا واضح منہج پایا جاتا ہے۔

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات و حواشی

[1] عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، تہذیب التہذیب (حیدر آباد: دائرۃ المعارف، ۱۳۳۵ھ) ۲۶/۱۔
ʿAsqalānī, Ibn Ḥajar, Aḥmad ibn ʿAlī, Tahdhīb al-Tahdhīb (Hyderabad: Dāʾirat al-Maʿārif, 1335 H), 1/26.

[2] ایضًا۔
ibid.

[3] ایضًا۔
ibid.

[4] ایضًا۔
ibid.

[5] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، عماد الدین ،البدایۃ والنہایۃ(بیروت:مکتبہ المعارف، ۱۹۹۰ء) ۱۰/۲۵۳۔
Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, ʿImād al-Dīn, al-Bidāyah wa al-Nihāyah (Beirut: Maktabat al-Maʿārif, 1990), 10/253.

[6] عسقلانی، تہذیب ، ۱/۲۷۔
ʿAsqalānī, Tahdhīb, 1/27.

[7] ایضاً، ص۲۸۔
ibid., p. 28.

[8] ذہبی، شمس الدین ،تذکرۃ الحافظ(بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء) ۱/۲۷۷۔
Dhahabī, Shams al-Dīn, Tadhkirat al-Ḥuffāẓ (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2009), 1/277.

[9] عسقلانی، تہذیب، ۹/۲۸۱۔
ʿAsqalānī, Tahdhīb, 9/281.

[10] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۰/۲۵۳۔
Ibn Kathīr, al-Bidāyah wa al-Nihāyah, 10/253.

[11] عسقلانی، تہذیب، ۹/۲۸، ذہبی، تذکرہ، ۱/۲۷۸، ابن عبدالبرؒ، الأنتقاء، ص ۳۰؛ قنوجی، تقصار، ص ۹۳۔
ʿAsqalānī, Tahdhīb, 9/28; Dhahabī, Tadhkirah, 1/278; Ibn Kathīr, al-Bidāyah, 10/253; Ibn ʿAbd al-Barr, al-Intiqāʾ, p. 30; Qannūjī, Taqṣār, p. 93.

[12] ذہبی التذکرۃ، ۱/۲۷۷۔

Dhahabī, al-Tadhkirah, 1/277.

13 ابن خلکان،احمد بن محمد ابراہیم،وفیات الأعیان،وأنباءأبناء الزمان(بیروت:دارمادر،۱۹۶۷ء)۶/ ۱۷۱۔

Ibn Khallikān, Aḥmad ibn Muḥammad Ibrāhīm, Wafayāt al-Aʿyān wa Anbāʾ Abnāʾ al-Zamān (Beirut: Dār Mādir, 1967), 6/171.

14 خضری،علامہ،تاریخ التشریع الأسلامی(قاہرہ:دارالتوزیع والنشر الأسلامیہ،۱۴۲۷ھ) ص:۶/ ۳۴۶۔

Khiḍrī, ʿAllāmah, Tārīkh al-Tashrīʿ al-Islāmī (Cairo: Dār al-Tawzīʿ wa al-Nashr al-Islāmiyyah, 1427 H), 6/346.

15 ایضاً۔

ibid.

16 ابوزہرہ،احمد مصطفی ،الشافعی حیاتہ وعصرہ مترجم، ترجمہ نگار،سید رئیس جعفری(فیصل آباد:ملک سنز پبلشرز، طبع پنجم ،۱۹۹۴ء)، ص:۷۵۔

Abū Zahrah, Aḥmad Muṣṭafā, al-Shāfiʿī: Ḥayātuh wa ʿAṣruh, trans. Sayyid Raʾīs Jaʿfarī (Faisalabad: Malik Sons Publishers, 5th ed., 1994), p. 75.

17 الخطیب التبریزی،(م۵۰۲ھ)محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۱۵ء) ۱/ ۳۵۔

al-Khaṭīb al-Tabrīzī (d. 502 H), Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, Mishkāt al-Maṣābīḥ (Lahore: Maktabat Raḥmāniyyah, 2015), 1/35.

18 ابن خلکان،وفیات الأعیان، ۶/ ۱۶۸۔

Ibn Khallikān, Wafayāt al-Aʿyān, 6/168.

19 ایضاً۔

ibid.

20 ایضاً۔

ibid.

21 خضری،تاریخ التشریع،ص:۳۴۹۔

Khiḍrī, Tārīkh al-Tashrīʿ, p. 349.

22 ایضاً۔

ibid.

23 ابو زہرہ: الشافعی حیاتہ و عصرہ مترجم، ۷۵۔

Abū Zahrah, al-Shāfiʿī: Ḥayātuh wa ʿAṣruh, p. 75.

24 ایضاً۔

ibid.

25 خضری: تاریخ التشریع الأسلامی، ص: ۳۴۸۔

Khiḍrī, Tārīkh al-Tashrīʿ al-Islāmī, p. 348.

26 ابوزہرہ،الشافعی حیاتہ وعصرہ، ص:۷۸۔

Abū Zahrah, al-Shāfiʿī: Ḥayātuh wa ʿAṣruh, p. 78.

27 ایضًا، ص:۷۵ ۔

ibid., p. 75.

28 ابن خلدون،عبدالرحمٰن ،تاریخ ابن خلدون(بیروت:دارالکتب العلمیہ،۱۹۹۲ء) ۱/ ۲۷۸۔

Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, Tārīkh Ibn Khaldūn (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1992), 1/278.

29 خضری، تاریخ ، ص۳۴۸۔

Khiḍrī, Tārīkh, p. 348.

30 ایضاً ۔

ibid.

31 ابوزہرہ،الشافعی حیاتہ وعصرہ، ص:۶۵۔

Abū Zahrah, al-Shāfiʿī: Ḥayātuh wa ʿAṣruh, p. 65.

32 ایضاً۔

ibid.

33 خضری،تاریخ التشریع الأسلامی ، ص:۳۴۹۔

Khiḍrī, Tārīkh al-Tashrīʿ al-Islāmī, p. 349.

34 ایضاً۔

ibid.

35 ابوزہرہ،الشافعی حیاته وعصره، ص:۶۸۔

Abū Zahrah, al-Shāfiʿī: Ḥayātuh wa ʿAṣruh, p. 68.

36 ایضاً۔ ۱-شافعیؒ مکتب فقہ کے نزدیک صحیح حدیث، قرآن کے بعد دوسرا بنیادی ماخذ ہے۔ ۲-وہ خبرِ واحد کو حجت مانتے ہیں، بشرطیکہ راوی ثقہ اور ضبط والا ہو۔ ۳-اگر حدیث قرآن کے ظاہری مفہوم سے متصادم نظر آئے تو وہ حدیث کو رد کرنے کی بجائے تاویل یا تخصیص کی راہ نکالتے ہیں۔

ibid. 1. According to the Shāfiʿī school, authentic ḥadīth is the second fundamental source after the Qurʾān. 2. He accepts khabar al-wāḥid as binding evidence, provided the narrator is trustworthy and precise. 3. If a ḥadīth seems to conflict with the apparent meaning of the Qurʾān, he opts for interpretation or specification rather than rejection.

37 خضری، تاریخ ،ص:۳۵۱۔

Khiḍrī, Tārīkh, p. 351.

38 ایضاً،ص ۳۴۹۔

ibid., p. 349.

39 ایضاً۔

ibid.

40 ابوزہرہ: الشافعی حیاته، ص: ۶۶۔

Abū Zahrah, al-Shāfiʿī: Ḥayātuh, p. 66.

41 الشافعی، محمد بن ادریس، اختلاف الحدیث(بیروت،دارالکتب العلمیه،۲۰۰۸)ص:۱۵۔

al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs, Ikhtilāf al-Ḥadīth (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2008), p. 15.

42 ایضًا، ص۲۵۔

ibid., p. 25.

43 ایضًا۔ص۳۹۔۴۰۔

ibid., pp. 39–40.

44 ابو زہرہ: الشافعی حیاته، ص۶۷۔

Abū Zahrah, al-Shāfiʿī: Ḥayātuh, p. 67.

45 الشافعی، اختلاف الحدیث، ص ۴۰۔

al-Shāfiʿī, Ikhtilāf al-Ḥadīth, p. 40.

46 خضری تاریخ، ص :۳۵۔

Khiḍrī, Tārīkh, p. 35.

47 الشافعی، اختلاف الحدیث، ص۴۳-۴۴۔

al-Shāfiʿī, Ikhtilāf al-Ḥadīth, pp. 43–44.

48 ایضاً، ص ۱۲۶۔

ibid., p. 126.

49 ابن کثیر، البدایة، ۱۰/ ۲۵۵۔

Ibn Kathīr, al-Bidāyah wa al-Nihāyah, 10/255.